دورِ جدید میں جینیٹک فنگر پرنٹ (Genetic Fingerprint) کی بنیاد پر اسلامی جنائیات کی بحث

الطاف حسین لنگڑیال*

محمد مسلم**

بیسویں صدی میں طبی میدان میں بہت سی نئی دریافتیں ہوئیں، ان میں سے ایک اہم دریافت وراثتی مادے DNA کی شناخت تھی جس کے باعث سائنسدان اس قابل ہوئے کہ وہ افراد کی وراثتی خصوصیات کا باعث بننے والے جینز کی شناخت کر سکیں اور اس طرح سے جانداروں کے جسم میں چھپے ہوئے الٰہیاتی کوڈ کو پہچان کر اسے انسانی خدمت میں استعمال کر سکیں۔ ہر دریافت کی طرح اس دریافت نے بھی بحث مباحثہ کے بہت سے میدان کھول دیے اور اسلام کے عائلی اور جنائی قوانین کی روشنی میں اس کے اطلاق کا سوال بھی پیدا ہوا۔

سائنس کا یہ میدان عربی میں البصمة الوراثية، انگلش میں DNA Profiling, DNA Testing, DNA Typing, Genetic Fingerprinting کہلاتا ہے۔ اس کے ذریعے سے علومِ جنائی (Forinsic Sciences) میں افراد کی شناخت ان کے DNA کے ذریعے کی جاتی ہے۔ (۱)

سب سے پہلے DNA Profiling Technique کو 1984 میں Sir Jefferey's Alec نے University of Leicester انگلینڈ میں متعارف کرایا اور اب اس کی بنیاد پر بہت سے ممالک نے قومی ڈیٹا بیس تیار کر رکھے ہیں۔ (۲) البصمة الوراثیه کے عمل میں ڈی این اے میں بار بار دہرائے جانے والے Base Pairs کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو کہ ایک ہی انداز میں بار بار ایک جاندار میں دہرائے جاتے ہیں، اور یہ دہرائے جانے والی تعداد بے انتہا مختلف ہوتی ہے یہ 100 فیصد تو کبھی بھی میچ نہیں کرتا لیکن جس قدر دہرائے جانے کا عمل ان میں زیادہ میچ کرے گا اتنا ہی اس کی رشتہ داری قریبی ثابت ہوگی۔ variable number tandem repeats (VNTRs) کے loci رشتہ داروں میں زیادہ قریبی ہوتے ہیں اور جو رشتہ دار نہ ہوں ان سے بہت زیادہ مختلف ہوتے ہیں۔ (۳)

---

* ڈائریکٹر بہاولنگر کیمپس/ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، پاکستان

** لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ خواجہ فرید پوسٹ گریجویٹ کالج رحیم یار خان، پاکستان

البصمة الوراثية **کا لغوی مفہوم:**

البصمة عربی میں فنگر پرنٹ کو کہتے ہیں، الوراثیۃ سے مراد وراثتی ہے، ترکیب کا معنی بنتا ہے وراثتی فنگر پرنٹ۔ اصطلاح عربی میں انگلش اصطلاح کا ترجمہ ہے جو کہ Genetic Fingerprintingیا DNA Fingerprintingیا DNA Typing کہلاتا ہے۔

اس کا اپنے انگلش مترادف کی لفظی ساخت کے مطابق انگلی سے تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ جسم کے دیگر اعضاء ہے، اس میں فنگر کا لفظ آنا محض اصطلاحی ہے، ڈی این اے انگلی سے یا جسم کے کسی بھی حصے سے لیا جا سکتا ہے۔

بَصُمَة ج بَصَمات وبَصُمات: أثر الإصبع فی شیء ما، أثر الختم بالإصبع "تُطلب من الأمّیین بَصماتھم علی العقود وغیرھا۔ بَصُمَة: نفس المعنی والنسیج المبصوم (٤)

کسی چیز کے اندر انگلی کا اثر، انگلی کے ساتھ مہر لگانے کا اثر، کہ ان پڑھوں سے معاہدے پر انگلی لگانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ طابق البَصَمات" کا مطلب ہے ''نشانِ انگشت شناخت ہو گیا ہے''۔ بصمۃ کا معنی کپڑے کا ٹکڑا جس پر مہر لگائی گئی ہو یا چھاپا گیا ہو۔

البَصُمة الجینیَّة: (حی) تحلیل من (DNA) لعیِّنات أنسجة أو سوائل الجسم؛ للتعرُّف علی الأفراد.(٥)

اصطلاحی معنی:

جینیٹک فنگر پرنٹ، (زندہ)DNA کا تجزیہ کرنا تا کہ بافتوں یا جسم کے سیال مادوں کا افراد کی شناخت میں تعین کیا جا سکے۔

DNA fingerprinting is a technique used especially for identification (as for forensic purposes) by extracting and identifying the base-pair pattern in an individual's DNA -called also DNA typing. (6)

DNA Fingerprinting ایسی ٹیکنیک ہے جو کہ بالخصوص عدالتی مقاصد کے لیے شناخت کے لیے استعمال ہوتی ہے جو کہ افراد کے DNA کے basepair کے انداز کی شناخت کر کے کی جاتی ہے۔ یہ DNA Typing بھی کہلاتی ہے۔

میڈیکل تعریف:

It is a technique used especially for identification (as for forensic purposes) by extracting and identifying the base-pair pattern of an

individual's DNA-called also DNA typing, genetic fingerprinting.(7)

یہ ایک ایسی تکنیک ہے جو کہ (قضائی مقاصد) کے لیے افراد کے ڈی این اے کے Base Pairs کی شناخت کر کے ان افراد کی شناخت کرتی ہے، اسے ڈی این اے کی طباعت، ڈی این اے کا نشانِ انگشت بھی کہتے ہیں۔

اس عمل میں جسم کے کسی بھی سیل سے DNA نکالا جاتا ہے، پھر اس DNA کو اینز ائمز سے کاٹا جاتا ہے، اور مختلف لمبائی کے ٹکڑے نتیجہ میں کاٹے جاتے ہیں اور پھر ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے(۸)۔ اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا یہ بیس پیئر زکس شخص (ملزم وغیرہ) سے ملتے ہیں؟

وراثتی مادے ڈی این اے کی ساخت اور وراثتی مادے کے انتقال کا طریقہ کار:

DNA دراصل Deoxyribonucleic Acid کا مخفف ہے، اور اسی میں دراصل زندگی کی پروگرامنگ محفوظ ہوتی ہے جو کہ مخصوص نیوکلیوٹائیڈز کی ترتیب سے نمو پاتا ہے۔ یہی نیوکلیوٹائیڈز کی ترتیب طے کرتی ہے کہ کسی جاندار کی جسامت، اس کی شکل وصورت، آنکھوں کا رنگ، بناوٹ، بالوں کا رنگ، بالوں کی ہیئت وغیرہ ساری (جسمانی خصوصیات) کیسی ہوں گی۔ دراصل یہ کسی بھی جاندار کی زندگی بھر اس کے ساتھ پیش آنے والے فطری واقعات کی کوڈنگ ہوتی ہے جس پر اس کی بیماری، صحت اور دیگر امورِ زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔

تمام جاندار چھوٹی اکائیوں سے تشکیل پاتے ہیں جنہیں سیلز کہتے ہیں، سیلز کی ساخت ان کے افعال کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، لیکن ہر سیل کے درمیان میں موجود نیوکلیس جو سیل کے تمام افعال کو کنٹرول کر رہا ہوتا ہے اور اس طرح سے پورے جسم کا کنٹرول سینٹر بن جاتا ہے اس میں کروموسومز ہوتے ہیں، ان کروموسومز پر ڈی این اے موجود ہوتے ہیں، ہر ڈی این اے پر جینز موجود ہوتے ہیں جو کہ کسی نہ کسی خصوصیت کو کنٹرول کرنے سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ کروموسومز ہر جاندار میں جوڑے کی شکل میں ہوتے ہیں، جس کی نصف تعداد وہ باپ سے اور نصف ماں سے حاصل کرتا ہے اور اس طرح سے دونوں کی خصوصیات کا جامع ہوتا ہے۔ اگرچہ اس دوران کچھ ایسی خصوصیات بھی ظاہر ہوسکتی ہیں جو بادی النظر میں اس کے والدین میں موجود نہیں ہوتی۔ اس کی وجوہات میں بعض جینز میں ہونے والی Mutation (تغیر) ہوسکتا ہے، یا بعض اوقات بعض Recessive Traits ہوسکتا ہے کہ کسی وجہ سے والدین میں ظاہر نہ ہوئی ہوں لیکن ان میں ان کے آباء واجداد سے آ رہی ہوں اور اس فرد میں ظاہر ہو جائیں جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ بھی فرمایا تھا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وُلِدَ لِي

غُلاَمٌ أَسْوَدُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَا أَلْوَانُهَا؟ قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنَّى ذَلِكَ؟ قَالَ: لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ: فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ(۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ہاں سیاہ فام لڑکا پیدا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کوئی اونٹ ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا وہ کس رنگ کے ہیں، اس نے کہا سرخ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ان میں کوئی سفید مائل سیاہ بھی ہے، اس نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کیوں کر ہوا؟ اس نے کہا شاید کسی رگ نے اس کو کھینچا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح ممکن ہے تیرے اس بیٹے کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہو۔

اسی حدیث کے ذیل میں امام نسائی لکھتے ہیں،

فَمِنْ أَجْلِهِ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَذَا لَا يَجُوزُ لِرَجُلٍ أَنْ يَنْتَفِيَ مِنْ وَلَدٍ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، إِلَّا أَنْ يَزْعُمَ أَنَّهُ رَأَى فَاحِشَةً۔(۱۰)

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ آدمی کو جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے لڑکے سے انکار کرے جو اس کے فراش پر پیدا ہوا ہو مگر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے بے حیائی کا کام دیکھا ہے۔

Somatic Cells (جسم کے سیلز) میں کروموسومز کی مکمل تعداد موجود ہوتی ہے اور تمام کے تمام سیلز میں ایک جیسا ہی وراثتی مادہ موجود ہوتا ہے۔ لیکن Germ Cells (جنسی سیلز، ایگ اور سپرم) میں ان کروموسومز کی تعداد نصف ہوتی ہے اور وہ صرف ماں یا باپ میں سے ایک کی نمائندگی کرتا ہے۔

انسانی جینوم: Human Genome

انسانی جینوم تقریباً 25000 جینز پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ جینز ڈی این اے کے Base Pairs کے 3000000000 ارکان میں موجود ہوتے ہیں۔ اور سب مل کر 46 کروموسومز بناتے ہیں جو کہ انسانی سیل میں موجود ہوتے ہیں۔(۱۱)

جس جگہ پر کوئی مخصوص جین موجود ہوتا ہے وہ جگہ اس کی Loci کہلاتی ہے، ہر جین کسی خاص خصوصیت (Trait) کو ظاہر کرتا ہے، بعض جینز کسی ایک خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں اور بعض ایک سے زائد خصوصیات کو ظاہر کرتے ہیں اور بعض خصوصیات کو ایک سے زائد جینز کنٹرول کر رہے ہوتے ہیں۔(۱۲)

ڈی این اے، خلیہ کے مرکزہ میں موجود ہوتا ہے اور اپنی طوالت کی وجہ سے بل کھا کر مائیکروسکوپک خلیے میں بہت ہی کم جگہ پر سمٹ جاتا ہے۔ ڈی این اے کی لمبائی کا اندازہ یہ ہے کہ صرف ایک خلیہ میں موجود ڈی این اے کے مالیکیول کی لمبائی 2 سے 3 میٹر تک ہوتی ہے۔(۱۳)

البصمة الوراثية (DNA Test) کے لیے سیمپل کے سورسز:

جینیٹک فنگر پرنٹنگ کے لیے سیمپل کے طور پر پورے جسم سے کوئی بھی سیل لیا جا سکتا ہے، بس شرط یہی ہے کہ اس میں ڈی این اے موجود ہو۔ یہ سیل بال، کھال، تھوک، منی، خون، گوشت کے ٹکڑے، ہڈی کے ٹکڑے یا جسم کے کسی بھی حصے سے لیا جا سکتا ہے۔ جرائم کی تحقیق میں بالعموم جسمانی رطوبات سے سیلز کا سیمپل لیا جاتا ہے، مثال کے طور پر مقتول کے پاس سے یا آلہ قتل پر ہاتھ کے پسینے، یا کسی اور جسمانی اثرات سے، بال وغیرہ سے سیمپل لیا جاتا ہے۔(۱۴)

درستگی کا معیار:

انسانوں میں 99.9٪ ڈی این اے بالکل ایک جیسا ہوتا ہے صرف بہت کم حصے میں فرق ہوتا ہے اور جہاں فرق ہوتا ہے وہی حصہ افراد کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتا ہے اور اس میں فرق معلوم کرنے میں اس قدر درستگی ہوتی ہے کہ مشابہت کا امکان سوائے Monozygotic Twins کے ستر (70) ٹریلین میں ایک کا ہوتا ہے۔(۱۵)

انگلیوں کی پرنٹ کے مقابلے میں اس میں غلطی کے امکانات اور بھی کم ہوتے ہیں۔ اگر چہ محسوس ہوتا ہے کہ انگلیوں کے پرنٹ کو سکین کرنا آسان ہے لیکن ڈی این اے اس سے بھی زیادہ آسانی سے سکین کیا جا سکتا ہے اور اس میں غلطی کا امکان بھی ناقابلِ یقین حد تک کم ہے، باقی رہا ڈی این کا سیمپل لینا تو یہ اور بھی آسان ہے اور محض ہاتھ ملانے سے لیا کیا جا سکتا ہے۔(۱۶)

سائنسی تحقیقات کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ڈیٹا کے مطابق اس میں درستگی کا معیار 99.9 فیصد ہے، باقی انسانی غلطی کے باعث یا اس میں انسانوں کے تعصّبات، حمایت یا دشمنی بھی اثر انداز ہوسکتی ہے جو کہ ایک بالکل غیر سائنسی معاملہ ہے، تحقیقی عمل میں ایک خارجی متغیر (External Variable) ہے، جسے کنٹرول کرنا معاشرتی طور پر مشکل ضرور ہے لیکن آزاد اور متعدد لیبارٹریز سے ٹیسٹ کروا کر اس کی درستگی کے معیار کو بہت اعلیٰ بنایا جا سکتا ہے۔(۱۷)

درستگی کے لیے معیار طے کرتے وقت لیبارٹری ٹرائل اور عملی زندگی کے ٹرائل میں فرق ہے، لیبارٹری میں چونکہ آزمائشی مراحل میں ہر قسم کے خارجی ویری ایبلز کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے اس وجہ سے درستگی کا معیار 99.9 فیصد

متصور ہوتا ہے لیکن عملی زندگی میں اس کے اطلاق میں بے انتہا احتیاط کے باوجود اس کی شرح کم ہو جاتی ہے کیونکہ معاشرتی (خارجی) ویری ایبلز مکمل طور پر کنٹرول نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے اس میں شک کا درجہ بڑھنے سے اعلیٰ لیبارٹریز کے رزلٹ کو بھی 99.5 فیصد تک درست مانا جاتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں اور بالکل ان ممالک میں جہاں کرپشن اور دیگر اخلاقی امراض عام ہیں، یہ شرح بہت کم ہو جاتی ہے۔

باقی امکان تو کسی بھی قسم کی شہادت میں غلطی کا ممکن ہوتا ہے اسے لیے جہاں بھی شبہ پیدا ہوتا ہے وہاں ملزم کو فائدہ دینا قانونی اور شرعی طور پر امورِ معلومہ میں سے ہے۔ حواسِ انسانی جن پر ہماری روزمرہ کی زندگی کا دار و مدار ہے وہ بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں، غلطی کر جاتے ہیں۔ اس کی درستگی اگر معروضیت کا خیال رکھا جائے اور معاشرتی ویری ایبلز کو کنٹرول کیا جائے تو تقریباً سو فیصد ہے۔ حسابی طور پر جب ہم Probability کی بات کرتے ہیں تو اس کا امکان ایک ٹریلین میں ایک کا ہے۔ جبکہ انسانی آبادی اس وقت صرف 6 بلین ہے، اس طرح سے اس کا امکان بہت ہی کم ہے۔

درستگی کے معیار کے متعلق المنظمة الاسلامية للعلوم الطبية کا معیار:

مذکورہ بالا Intervening variables کو کنٹرول کرنے کے لیے المنظمه الاسلامیه للعلوم الطبیة کویت جو کہ اس میدان میں اجتہادِ اجتماعی کا ایک ادارہ ہے، نے مندرجہ ذیل سفارشات کی ہیں۔

1. یہ کہ ٹیسٹ کم از کم دو لیبارٹریز میں کیا جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ایک لیبارٹری کے نتائج سے دوسری لیبارٹری کو آگہی حاصل نہ ہو۔
2. بہتر یہ ہے کہ یہ لیبارٹریز حکومت کے تابع ہوں اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی لیبارٹریز سے معاونت حاصل کی جائے جو کہ حکومت کے کنٹرول میں ہو اور معتبر علمی اور مقامی شرائط وضوابط کو پورا کرنے والی ہوں۔
3. یہ بھی شرط ہے کہ ان لیبارٹریز میں کام کرنے والے علم اور کردار کے اعتبار سے پختہ ہوں اور یہ کہ ان کا کوئی تعلق، قرابت، دوستی یا دشمنی، یا کسی قسم کی منفعت ونقصان اس ٹیسٹ سے اور جن دونوں دعویداروں کا ٹیسٹ ہے اس سے متعلق نہ ہو۔ ایسی کوئی چیز نہ ہو جو ان کی شرافت اور امانت میں حائل ہونے والی ہو۔ (۱۸)۔ (۱۹)

ڈی این اے ٹیسٹ کی حد بندی:

صرف وحید الزبحوت توام بچوں (Monozygotic Twins) کے اندر ڈی این اے بہت ہی زیادہ مشابہ ہوتا ہے کیونکہ ان کا پہلا فرٹیلائزڈ سیل (Zygote) ایک ہی سیل پر مشتمل تھا جو بعد میں دو حصوں میں تقسیم ہوا، اور اس سیل میں تقسیم کے وقت وہ وراثتی مادہ کاپی ہو جاتا ہے جس کے باعث ان کی شکل وصورت اور عادات وخصائل ایک جیسے

ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کے اندر بھی ہو بہو مشابہت نہیں ہوتی بلکہ کہیں نہ کہیں فرق ضرور ہوتا ہے اور اگر جینیٹک فنگر پرنٹنگ کے دوران ان (Monozygotic Twins) میں فرق کرنا پڑے تو بہت سرمایہ اور بہت وقت درکار ہوتا ہے کیونکہ بادی النظر میں ان کا جینیٹک فنگر پرنٹ ایک جیسا ہی نظر آتا ہے۔ (۲۰) جیسا کہ ان کی انگلیوں کے نشانات مشابہ محسوس ہوتے ہیں جبکہ وہ مشابہ نہیں ہوتے۔ جیسا کہ بی بی سی نے جڑواں بھائیوں کے جنسی جرائم سے متعلق ایک خبر دی جن کی صحیح شناخت عام ڈی این اے ٹیسٹ سے بھی نہ ہو سکی، اور اس کے لیے اندازہ تھا اصل مجرم کی شناخت کے لیے بہت اعلیٰ درجے کا پیچیدہ جینیاتی تجزیہ کروانے میں دس لاکھ یورو تک خرچہ آ سکتا تھا۔ (۲۱) ایک عام ڈی این کے تجزیے کے لیے چارسو کے قریب نیوکلیوٹائیڈز کے جوڑوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے لیکن اگر معاملہ Monozygotic Twins کا ہو تو اس صورت میں کروڑوں نیوکلیوٹائیڈز کا تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔ (۲۲)۔

ڈی این اے ٹیسٹ کے لیے جنایات میں سیمپل لینے میں ایک اور قباحت یہ ہے کہ معاشرے میں ایک انسان اپنے جسم پر بعض اوقات ایک سے زیادہ افراد کے سیلز لیے پھرتا ہے جس کی وجہ سے بھی سیمپل غلط لیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص قتل ہو گیا، اس کے جسم پر اس کے اپنے ڈی این اے کے علاوہ اس کی بیوی کے سیلز، بچوں کے سیلز، دوست احباب کے سیلز، قاتل کے سیلز قتل کے بعد اسے بچانے کی کوشش کرنے والوں کے سیلز، پولیس والوں کے سیلز، ایمبولینس کے عملے کے افراد کے سیلز، اسی طرح اور بھی بہت سے افراد کے سیلز موجود ہو سکتے ہیں، جس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی درستگی کا معیار متاثر ہو۔ اس لیے اس کے ساتھ دیگر شواہد کو ملا کر دیکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور دیگر مجامع فقہیہ نے جو حدود والے جوائم میں اس پر شہادت شہود اور دیگر شرعی شہادات کو ترجیح دی ہے اس کی بنیاد انہی شکوک وشبہات پر ہے، جبکہ دیگر تعزیری جرائم میں وہ بھی اس کو ایک اہم دلیل مانتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک قاضی ملزموں کو ڈی این اے ٹیسٹ کروانے پر مجبور بھی کر سکتا ہے تاکہ درست فیصلہ کر سکے۔

جرائم کی تفشیش میں البصمة الوراثية (DNA Test) کا کردار:

جرائم کی تشخیص میں البصمة الوراثية (DNA Test) کا کردار دراصل مجرم کی شناخت کرنے تک محدود ہے، اور اس کی محدودیت اس سے قبل بیان ہو چکی ہے۔ اس وقت جرائم کی تفشیش میں عالمی سطح پر ڈی این اے ٹیسٹ بہت کثرت سے استعمال ہو رہا ہے اور اس کے ذریعے سے بہت سے مقدمات سہولت سے سلجھا لیے جاتے ہیں کہ جن کا سلجھایا جانا اس کے بغیر نہایت مشکل تھا۔

ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے سے کسی مسئلے کو سلجھانا دراصل بیالوجیکل شہادتوں (Biological

Evidances) کے سلسلے کا حصہ ہے جو کہ کسی بھی جرم کی تفشیش میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

جج کے لیے جدید جنائی ادلہ کی اہمیت:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قاضی کو فیصلہ کرنے میں ثبوتِ جرم کا یقین ضروری ہے، ورنہ وہ کسی بھی قسم کا فیصلہ نہیں دے پائے گا۔ اس صورت میں قاضی ڈی این اے ٹیسٹ کروانے کا حکم دے گا اور اس سے قبل تفشیشی افسر تمام شواہد اپنے قبضے میں لے چکا ہوگا اور ان تمام شواہد سے ڈی این اے ٹیسٹ کے لیے سیمپل اکٹھے کر کے فرانزک لیبارٹریز میں بھیج کر ان کا تیقن کیا جائے گا اور پھر ڈی این اے کے میچ کرنے یا نہ کرنے سے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ آیا اصل مجرم کون ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنائیات میں عینی شواہد اور فرانزک شواہد بالخصوص ڈی این اے رپورٹ اسلامی حدود و قصاص کے مسائل میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟ اور ان پر کس قدر اعتماد کرنا چاہئے؟

اثباتِ جرم کے مراحل:

جرم کا اثبات تین مراحل پر مشتمل ہوتا ہے:

1. عناصرِ تحقیق اور دعویٰ کو جمع کیا جاتا ہے
2. ابتدائی تحقیق کا عمل کیا جاتا ہے، سیمپل کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا جاتا ہے اور انہیں آپس میں میچ کیا جاتا ہے۔
3. لیبارٹری سے حاصل ہونے والے اور دیگر عینی شواہد کی روشنی میں فیصلہ کرنا کہ آیا ملزم واقعتاً مجرم ہے؟ اور یہ عمل یقین کا مقتضی ہے نہ ظن وتخمین کا۔ اسی کی بنا پر متہم کے بری ہونے یا ملزم ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جرم اور ملزم کے درمیان تعلق کا اندازہ اسی سے کیا جاتا ہے۔

فقہ اسلامی میں اس قسم کے دلائل کی حیثیت فنی دلائل کی ہوتی ہے۔ فقہ اسلامی میں ادلہ کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1. دلیل قولی ہو۔ جیسا کہ اعترافِ جرم کر لینا۔
2. گواہ کی گواہی ہو (شہادت الشہود)۔ عینی شاہد کی گواہی جو کہ عادل اور ثقہ ہو۔
3. عقلی قرائن اور دلائل ہوں۔

انہی عقلی قرائن اور دلائل میں سے مادی دلائل ہیں کہ جن کی خصوصیات باقی رہ جائیں اور یہ ایسے ادلہ ہیں جو کہ بول نہیں سکتے اور اس لیے جھوٹ بھی نہیں بولتے اس لیے جدید تحقیقات کی روشنی میں ان کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی

ہے۔ ایسے ادلہ تاریخ میں زمانہ قدیم سے استعمال ہوتے چلے آ رہے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلیاں بھی آ رہی ہیں اور ان درستگی کا معیار بھی بڑھ رہا ہے۔ (اور یہ بھی واضح رہے کہ ان جدید آلات کے استعمال ہونے سے لوگوں کی یادداشت کا معیار گر رہا ہے، جس کے باعث شہادت شہود کا وہ معیار جو آج سے چند صدیاں پہلے تھا قائم نہیں رہ سکا ہے) اسی لیے اب بتدریج قاضی کو کامل آزادی ادلہ کے استعمال کے سلسلے میں دی جا رہی ہے، جیسا کہ مصر میں قانون کی شق نمبر 302 کے تحت یہ کہا گیا ہے، "یحکم القاضی فی الدعوی بمقتضی العقیدة التی تکونت لدیه بکامل حریته من خلال المحاکمات "، کہ قاضی عدالتی کاروائی کے دوران اپنے یقین کے مطابق جو کہ کامل آزادی کے ساتھ اسے حاصل ہو فیصلہ دے گا''۔ اس لیے اب قاضی کو مخصوص چیزوں کا پابند کرنے کی بجائے اسے ادلہ کے اختیار کرنے کی آزادی دینے کا رواج چل نکلا ہے کہ وہ صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لیے کوئی بھی دلیل طلب کر سکتا ہے اور دیگر تمام محکموں کو اس کے ساتھ تعاون کرنا ضروری ہوگا۔ یہی حق قاضی کو قانونِ فلسطین نے شق نمبر 273 / 1 کے تحت، الجزائر کے قانون نے شق نمبر 150 کے تحت دیا ہے۔ اس حریت ادلہ کے نظام کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ اسے کسی قید یا شرط کے تابع کر کے اس کی کارکردگی کو کم نہ کیا جائے لیکن قاضی جب فیصلہ دے تو وہ شکوک وشبہات کی بجائے اپنے یقین کے مطابق دے اور یہ یقین بھی ادلہ سے محکم ہونا ضروری ہے نہ کہ وجدانی یقین ہو۔ قاضی معاشرتی انصاف کو یقینی بنائے اور اس سلسلے میں ادلہ عقل و منطق کے مطابق ہوں اور دو مصلحتوں کا خاص طور پر خیال رکھے:

1. معاشرے کی عمومی مصلحت، جس میں لوگوں کے درمیان مساوات اور عدل شامل ہے۔
2. محکوم علیہ کی مصلحت اور تہذیب واصلاح کا جذبہ، محکوم علیہ کی آزادی اور عزتِ نفس کا خیال رکھنا شامل ہے۔

قاضی کو دراصل ان دونوں کے درمیان توازن قائم رکھنا ہوتا ہے۔

البصمة الوراثیة (DNA Test) کے ذریعے سے مجرم کی تلاش میں یقین وظن:

اگر جریمہ کے جسم پر یا ماحول میں ایک ہی شخص کے ڈی این اے کے آثار ہوں تو یہ امر یقینی ہوگا لیکن اگر ایک ہی چیز پر کئی لوگوں کے بصمات موجود ہوں تو اس میں ظن آ جائے گا یا پھر یہ متصور ہوگا کہ صاحبِ بصمہ واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد جائے وقوعہ پر حادثاتی طور پر جا پہنچا ہوگا یا اس کے علاوہ دیگر ظنی امور ہوں گے۔ (۲۳)

مجرم کی شناخت کرنا:

کسی بھی جرم کے وقوع پذیر ہونے کے بعد سب سے اہم مسئلہ مجرم یا مجنیٰ علیہ (جس کے خلاف جرم واقع ہوا ہے)

کی تلاش اور شناخت ہے۔ اسلامی فقہ میں مجرم کی تلاش کے سلسلے میں جو ادلہ استعمال ہوتے ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔

1. علاماتِ ممیّزہ
2. ظاہری مشابہت صورت اور رنگ میں
3. قیافہ

علاماتِ ممیّزہ:

ہر شخص کے جسم پر کچھ ایسی علامات ہوتی ہیں جو اس کو دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز کرتی ہیں جس کے باعث انسانی معاشرے میں ہر شخص کی انفرادیت اور شناخت متعین ہوتی ہے۔ یہ علامات مجرم کی تشخیص میں بھی مستعمل ہوتی ہیں اور بعض اوقات زیادہ لوگ مر جاتے ہیں اور ان کے اعضاء مسخ ہو کر ایسے خلط ہو جاتے ہیں کہ ان کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں ان علاماتِ ممیّزہ کے ذریعے سے ان کی شناخت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت انس بن نضرؓ احد کے دن شہید ہوئے ان کے جسم پر 80 سے کچھ زائد زخم تلوار، تیر اور نیزے کے تھے۔ اس کے علاوہ ان کا مشرکین نے مثلہ بھی کیا تھا جس کے باعث ان کی شناخت مشکل ہو گئی تھی تو صحابہ کرام انہیں نہ پہچان پائے حتیٰ کہ ان کی بہن آئیں اور انہوں نے ان کی شناخت ان انگلیوں کے پوروں سے کی۔ (۲۴) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ان شناختی علامات کی بنا پر کسی بھی شخص کی شناخت متعین کی جاتی ہے اور اس عمل کو تمام عدالتی امور میں تسلیم کیا جاتا ہے اور اس پر اعتماد بھی کیا جاتا ہے۔

انہی شناختی علامات میں سے اہم شناختی علامت فنگر پرنٹ ہے جس کو تاریخ کے قدیم ادوار سے ہی حجت مانا جاتا رہا ہے۔ اب جدید دور میں خون کا تجزیہ کروانا اور ڈی این اے ٹیسٹ کروا کر آدمی کی شناخت کا تعین کیا جاتا ہے۔ فنگر پرنٹ اور جینیٹک فنگر پرنٹ دونوں میں بہت زیادہ مشابہت موجود ہے جہاں پر فنگر پرنٹ قابلِ قبول ہے اور دلیل بن سکتا ہے وہیں البصمة الوراثية (DNA Fingerprinting) بھی بدرجہ اولیٰ قابلِ قبول ہوگا کیونکہ فنگر پرنٹ کی نسبت اس کا معیار درستگی بہت اعلیٰ ہے۔

ظاہری مشابہت صورت اور رنگ میں:

شریعتِ اسلامی مشابہت کا بھی اعتبار کرتی ہے اور اسے ایک مناطِ شرعی کے طور پر قبول کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث امِ سلیم میں وارد ہے کہ ام سلمۃ روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ حق سے حیا نہیں کرتا تو کیا عورت کو اگر احتلام ہو تو وہ غسل کرے گی؟ فرمایا جی ہاں، جب وہ پانی دیکھے۔ ام سلمہ ہنسیں اور کہنے لگیں کہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو لڑکا کس طرح سے پھر مشابہ ہوتا ہے۔ (۲۵) تو یہ مشابہت

کا اعتبار کرنا اس حدیث کی رو سے جائز قرار پاتا ہے اگرچہ یہ اس قدر قوی دلیل نہیں ہے کہ اس پر بہت سے احکامات کا فیصلہ کیا جا سکے اس لیے مناط شرعی ہونے کے باوجود اس کا اعتبار بہت سے معاملات میں نہیں کیا جاتا کیونکہ اس میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے اور شبہ پر اسلامی احکامات اور قضایا کا دار و مدار نہیں ہے بلکہ یقین پر ہے اور شبہ کی صورت میں ویسے بھی اسلامی قانون کے مطابق ملزم کو اس کا فائدہ دیا جاتا ہے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعۃ کے واقعہ (۲۶) میں مشابہت کا حضور ﷺ نے اعتبار نہ کیا بلکہ فراشِ شرعی کا اعتبار ہی کیا لیکن اس کے باوجود حضرت زینب بنت خزیمہ کو احتیاطاً پردہ کرنے کا حکم دے دیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ شرعی فیصلہ کی بنیاد اس پر نہیں رکھی لیکن احتیاط کے تقاضے کے پیشِ نظر کچھ امور کو اختیار کر لیا صرف مشابہت کی بنا پر۔ یا دوسرے الفاظ میں جب اس سے زیادہ قوی دلیل موجود ہو تو اسے قبول نہ کیا جائے گا جیسا کہ اس واقعہ میں فراش کا ہونا اور صاحبِ فراش کا اقرار زیادہ قوی شرعی دلائل ہیں جس کے مقابلے میں فقط مشابہت کو اختیار نہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح سے ہلال بن امیہؓ کے لعان کے واقعہ میں پیش آیا۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہؓ نے نبی ﷺ کے پاس اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ قذف کیا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا یا تو دلیل لاؤ یا تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم میں سے کوئی ایک اپنی بیوی پر آدمی کو پائے تو اسے چھوڑ دے اور دلیل تلاش کرنے نکل کھڑا ہو۔ نبی ﷺ فرماتے رہے، یا تو دلیل لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی، تو ہلال نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ آپ سچے ہیں ضرور بضرور اللہ وہ نازل کرے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری کر دے گا۔ پس جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ پر نازل آیت نازل ہوئی وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ (۲۷) اور پڑھا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۲۸) تک، نبی ﷺ مڑے اور اس کی طرف آدمی بھیجا، پس ہلال آئے اور گواہی دی اور نبی ﷺ فرماتے تھے، بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟ پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے شہادت دی۔ پس جب وہ پانچویں کے قریب تھی تو اسے روکا اور لوگوں نے کہا یہ عذاب کا موجب ہو سکتا ہے، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس خاتون نے توقف کیا اور مڑی یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ رجوع کر لے گی پھر اس نے کہا میں آج کے دن اپنی قوم کو رسوا نہ کروں گی، اور یہ کر گزری۔ نبی ﷺ نے فرمایا اسے نظر میں رکھنا اگر بچہ سیاہ آنکھوں والے اور پر گوشت، بھری پنڈلیوں والا ہو تو شریک بن سحماء کا ہوگا۔ اس نے ایسا ہی بچہ جنم دیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں پہلے سے حکم نہ آ چکا ہوتا تو میں اس عورت کے معاملہ کا فیصلہ کرتا۔ (۲۹)

اس حدیث شریف میں حضور ﷺ کا بچے کی مشابہت ظاہری کے اعتبار سے فیصلہ فرمانا کہ وہ شریک بن سحماء کا ہے اور

اس بات کا عزم کرنا کہ اگر اللہ نے فیصلہ نازل نہ فرما دیا ہوتا تو میں خود اس کا فیصلہ (ظاہری مشابہت) کے مطابق کرتا۔

اس صورت میں ظاہری مشابہت کے مطابق فیصلہ کرنا اس وجہ سے قبول کیا گیا کیونکہ ہلال بن امیہ کی گواہی اور ان کا لعان کرنا صرف ظاہری مشابہت سے زیادہ قوی گواہی تھی جس کے باعث اس کی حیثیت زیادہ بہتر ہوگئی اور اس میں شبہ کا امکان زیادہ کم ہوگیا جس کے باعث مشابہت ظاہری کے مطابق بھی فیصلہ کرنے کا عندیہ آپ ﷺ نے دیا۔ یہاں پر لعان قطع نسب کا زیادہ قوی سبب موجود تھا اور درحقیقت وہی اس کا باعث تھا لیکن مشابہتِ ظاہری نے اس لعان کی مزید تصدیق کی۔

لیکن ہمارا موضوع جنائیات ہے، جہاں ظاہری شکل وصورت میں مشابہت اور رنگ کا اعتبار کسی کو مجرم بنانے کے لیے کافی نہیں ہے جب تک کہ اس کے کافی ثبوت موجود نہ ہوں جو کہ ملزم کی شناخت کرنے میں معاون نہ ہوں، اس لیے اگر گواہی ایسی مبہم گواہی دے کہ جس سے ملزم کی شناخت واضح طور پر ثابت نہ ہوتی ہو بلکہ کسی شخص سے محض مشابہت معلوم ہوتی ہو تو اس کی گواہی کو متحقق کرنے کے لیے قاضی ڈی این اے ٹیسٹ کروانے کا حکم دے سکتا ہے جو کہ اس ملزم کی شناخت کو مجنیٰ علیہ پر پائے جانے والے بائیولوجیکل آثار کے تقابل سے ثابت کرے گا جس سے اس کا مجرم ہونے کا امکان پیدا ہوگا۔ اس پر اگر وہ ان ثبوتوں کو قبول کرتے ہوئے اقرارِ جرم کرلے تو اس کا جرم ڈی این اے ٹیسٹ کی بجائے اقرار پر ثابت ہوگا، لیکن اگر وہ اقرار نہ کرے تو قاضی اس معمولی سے شبہ کی بنا پر اسے تعزیری سزا دے نہ کہ اس پر حد یا قصاص لاگو کرے۔ مختصر یہ کہ دلیلِ شرعی پر ڈی این اے ٹیسٹ کو فوقیت نہ دی جائے گی لیکن اسے ایک اہم دلیل تسلیم کرتے ہوئے اس سے کم درجہ پر رکھا جائے گا۔

قیافہ پر ڈی این اے ٹیسٹ کی فوقیت:

جیسے ظاہری مشابہت میں شبہ پایا جاتا ہے اسی طرح سے قیافہ میں بھی شبہ پایا جاتا ہے لیکن یہ بھی ایک اہم مناطِ شرعی کی حیثیت رکھتا ہے جس کے باعث بعض اوقات اس کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے اگرچہ احناف اس کی ظنیت کی بنا پر قائل نہیں ہیں لیکن جمہور آئمہ کرام اس کو اس وقت تک حجت مانتے ہیں جب تک کہ اس کے خلاف اس سے اقویٰ دلیل موجود نہ ہو۔ جیسا کہ مجزز مدلجی کا واقعہ حضرت زید اور حضرت اسامہ بن زید کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے قیافہ کے ذریعے سے ان کو ایک دوسرے کا باپ بیٹا قرار دیا اور حضور ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضرت زیدؓ سرخ وسفید رنگت والے تھے لیکن ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید سیاہ فام تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی بیوی سیاہ فام تھیں، لوگ اس بارے میں باتیں کرتے تھے جس سے آنحضرت ﷺ کو بھی رنج ہوتا تھا کیونکہ یہ دونوں

باپ بیٹا آنحضرت ﷺ کو زیادہ محبوب تھے۔ ان کے نسب کو قوی کرنے والا ایک سبب فراشِ شرعی موجود تھا جس کے باعث ان کا نسب تو ثابت تھا لیکن مجزز مدلجی کے قیافہ نے چونکہ اس کی حیثیت کو مزید قوی کیا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو پسند فرمایا۔(۳۰)

اس سلسلے میں ما قبل بحث گزر چکی ہے کہ ڈی این اے ٹیسٹ (DNA Test) کی درستگی کا معیار قیافہ کی نسبت بہت اعلیٰ ہے اس لیے جہاں قیافہ حجت نہیں بن سکتا وہاں بھی بعض اوقات ڈی این اے ٹیسٹ (DNA Test) حجت قرار پاتا ہے بشرطیکہ کوئی شرعی دلیل اور حجت اس کے مدمقابل نہ کھڑی ہو جائے۔

مجنیٰ علیہ کی شناخت کرنا:

بعض اوقات ایسی صورت حال پیش آجاتی ہے کہ مجنیٰ علیہ کی شناخت زیادہ اہمیت اختیار کر جاتی ہے جیسا کہ بالعموم لا وارث لاشوں کے معاملے میں یا بم دھماکے میں زیادہ لوگوں کے مرنے کی صورت میں یا پھر کسی حادثے کا شکار ہونے والے افراد کی لاشیں جب نا قابلِ شناخت ہو جائیں تو اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ ان لوگوں کی شناخت کی جائے۔ ایسی صورتحال میں مجنیٰ علیہ کے جسم کی باقیات سے سیمپل لے کر اس کا باقاعدہ ریکارڈ تیار کیا جاتا ہے اور البصمۃ کی پہلے سے موجود لائبریری سے اس کا تقابل بذریعہ کمپیوٹر کیا جاتا ہے اگر اس کا ریکارڈ مل جائے تو اس شخص کی شناخت ہو جاتی ہے ورنہ بعد ازاں کہیں نہ کہیں اس کا شناختی ڈیٹا دستیاب ہو جاتا ہے یا بعض اوقات اس کی اولاد کا ریکارڈ مل جاتا ہے جس کے ذریعے سے ان کے جدِ امجد کی وفات کا علم انہیں ہو جاتا ہے، اور اسی کے ثبوت پر میراث وغیرھم کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔

نیز مجنیٰ علیہ کی شناخت مجنیٰ کے قریب پہنچنے میں اکثر اوقات معاون ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ بالعموم جنایات میں جرائم کو بلا سبب انجام نہیں دیا جاتا اور مجرم بالعموم اس کے قریبی لوگوں میں سے ہی دریافت ہوتے ہیں۔

مفقودین کی شناخت کرنا:

مفقودین کو تلاش کرنے یا شناخت کرنے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل میدانوں میں ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے سے بڑی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔

1. کسی دھماکے، ناگہانی آفت، زلزلہ سیلاب میں مرنے والے افراد کی شناخت کرنا۔ جنگ کے دوران مرنے والے لوگوں کی شناخت کرنا، لا وارث میتوں کی شناخت کر کے ان کے وارثوں کو اس کی خبر پہنچانا۔ گم شدہ بچوں کے ڈی این اے ٹیسٹ سے ان کے والدین کا کھوج لگانے کی کوشش کرنا۔
2. بعض اوقات مفقود الخبر شخص عرصے کے بعد واپس آتا ہے جس کی پہچان کرنے والا باقی نہ ہو تو (یعنی اس

کے اقران وفات پا چکے ہوں تو) اس کی شناخت بذریعہ ڈی این اے ٹیسٹ کی جا سکتی ہے، لیکن طویل زمانہ گزرنے کے بعد اس کا واپس آنا کہ بالعموم اس لمبے عرصے میں اس کے ہم عصر زندہ نہ ہوں، ایسی صورتحال کو فقہاء نادر تعبیر کرتے ہیں اور لا عبرۃ للنادر کے اصول پر اس کا اعتبار نہیں کرتے۔ البصمۃ کے ذریعے سے تصدیق کے بعد یہ امر مزید تحقیق طلب ہے کہ آیا اب اس کا ظہور بھی اپنے اندر ندرت لیے ہوئے ہے یا نہیں؟

ملزم کے بری ہونے میں البصمة الوراثية (DNA Fingerprinting) کا کردار:

اسلامی فقہی قواعد کی رو سے الْأَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ(۳۱) جنایات میں بھی اصل بری الذمۃ ہونا ہوتا ہے اور کسی شخص کو اس وقت تک مجرم نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ قوی شواہد اس کے خلاف نہ مل جائیں۔ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی بے گناہ کو جھوٹے الزام سے بچانے کی کوشش کرے، اور اس سلسلے میں تمام وسائل بروئے کار لائے۔ اس سلسلے میں البصمۃ الوراثیۃ (DNA Fingerprinting) سے حاصل ہونے والے ڈیٹا سے اس بات کا امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ ملزم کی مقامِ جرم میں موجودگی یا عدم موجودگی ثابت ہو جائے جس سے اس کے شریکِ جرم ہونے یا غیر شریکِ جرم ہونے کا فیصلہ کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ پر بائیولوجیکل شواہد کافی مل گئے ہیں اور ان کے ٹیسٹ کے نتیجے میں کسی ملزم کی وہاں موجودگی ثابت نہیں ہوتی اور اس کی عدم موجودگی دیگر قرائن و شواہد سے بھی ثابت ہو رہی ہے تو اسے اس جرم سے اس وقت تک بری الذمہ سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کے خلاف کوئی ٹھوس شہادتیں حاصل نہ ہو جائیں۔

بعض اوقات البصمۃ الوراثیۃ (Genetic Fingerprinting) کے ذریعے سے اصل مجرم مل جاتا ہے جس کے نتیجے میں دیگر ملزمان بری ہو جاتے ہیں اور جنائیات کی تاریخ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ جب کئی سالوں کی قید کے بعد جب یہ تحقیق کا طریقہ دریافت ہوا تو البصمۃ نے کیس کی صورتحال کو بالکلیہ تبدیل کر دیا اور جس شخص کو اس سے قبل مجرم ثابت کیا جا چکا تھا معلوم ہوا کہ وہ مجرم نہیں ہے بلکہ مجرم اس کے علاوہ دوسرا شخص تھا۔ مثال کے طور پر امریکہ کی ریاست ایڈاھو میں ایک شخص کو سزائے موت اس الزام میں سنائی گئی کہ اس نے ایک نوعمر لڑکی کو زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر دیا تھا، عدالت نے مذکورہ شخص کو سزائے موت سنائی اور اس شخص نے 18 سال جیل میں گزارے اس دوران ڈی این اے ٹیسٹ دریافت ہو چکا تھا اور اس شخص کے وکلاء نے عدالت سے ڈی این اے کروانے کی استدعاء کی جو کہ قبول کر لی گئی۔ مرنے والی لڑکی کی لاش سے سیمن کے سیمپل بھی لیے جا چکے تھے اور اس کے علاوہ قاتل کے بال بھی اس کی میت سے ملے تھے۔ اس کا ڈی این اے ٹیسٹ کروانے کے نتیجے میں معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں قیدی سے متعلق نہ تھیں جس سے اس کی بے گناہی ثابت ہوئی لیکن اس تکنیک کے موجود نہ

ہونے کے باعث اسے اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں 18 سال کا عرصہ جیل میں گزارنا پڑا۔ (۳۲)
ایسا زیادہ تر زنا کے کیسز میں ہوتا ہے کہ جہاں پر مھبل میں کسی خاص شخص کے حیوان منویہ ملیں لیکن دوسرے کے نہ مل سکیں۔ اور زنا بالجبر کے جرائم کی تحقیق میں البصمۃ الوراثیۃ کا کردار نہایت اہم اس وجہ سے بھی ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات خواتین با اثر افراد پر ریپ کے جھوٹے الزامات عائد کر کے انہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کرتی ہیں جس کے نتیجے میں البصمۃ ایسے لوگوں کی جان چھڑانے کے لیے آموجود ہوتا ہے ورنہ پیشہ ور خواتین کے ہاتھوں شرفاء کی عزت و ناموس اور مال ومنال ہمیشہ خطرے میں رہتا۔

مجرم تلاش کے عمل میں معاونت:

کسی بھی جرم کے وقوع پذیر ہونے کے بعد جہاں بے گناہوں کو الزام سے بچانا ضروری ہے وہیں اصل مجرم کی تلاش اور اسے قرار واقعی سزا دلوانا بھی عدالت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ یہاں بھی مشکوک لوگوں کی فہرست میں سے صحیح مجرم کی تلاش بذریعہ ڈی این اے ٹیسٹ کی جاسکتی ہے۔ اس کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے دنیا کے بہت سے ممالک نے پہلے صرف مجرموں کا ڈی این اے کا ریکارڈ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بعد ازاں اس ریکارڈ کو پھیلایا گیا اور اب مختلف ممالک میں بہت بڑی بڑی لائبریریز وجود میں آچکی ہیں جن سے تقابل کرتے ہوئے اصل مجرم کی تلاش کی جاسکتی ہے۔

ڈی این اے ٹیسٹ کروانے کا اختیار کس کو ہوگا؟ اور اس کی شرائط کیا ہوں گی؟:

آدمی خود اپنے ٹیسٹ کے لیے اس وقت درخواست کرسکتا ہے جب اسے اپنے نسب میں کوئی شک ہو، یا کسی دیگر مہلک مرض کے جین کی تشخیص کروانا مقصود ہو۔ امراض کی تشخیص کے سلسلے میں تو ڈی این اے ٹیسٹ کروانے کا اختیار ڈاکٹر کے پاس ہے جو اس ٹیسٹ کو تجویز کرے، لیکن لیبارٹری اس بات کی پابند ہو کہ وہ صرف اسی قدر معلومات افشاء کرے جو اس مرض کے علاج اور تشخیص کے لیے ضروری ہے خواہ مخواہ شکوک وشبہات اور فساد فی الارض سے متعلقہ امور کو ظاہر نہ کرے۔ دوسرا شخص بھی بعض اوقات جسے فرد پر تسلط حاصل ہے ڈی این اے ٹیسٹ کروا سکتا ہے، جیسا کہ والد اپنے بچے کی نسب کی تحقیق کے لیے شک کے وقت ٹیسٹ کروا سکتا ہے یا بچے کی جینیاتی بیماریوں کے خدشات یا تشخیص کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کروا سکتا ہے۔

جرائم کی تحقیق میں یہ اختیار عدالتِ عالیہ کو حاصل ہے کہ قاضی کے حکم کے تحت ڈی این اے ٹیسٹ کروایا جاسکتا ہے۔ عدالت کے حکم کے بغیر کسی دوسرے شخص کو خواہ مخواہ کسی کا ڈی این اے ٹیسٹ کروانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اس صورت میں فرد کی شخصی آزادی متاثر ہوتی ہے۔ جرائم کی بذریعہ بصمۃ تشخیص کے لیے حکومت کو باقاعدہ

ایک محکمہ بنانا چاہیے جس میں ماہر ترین افراد کو متعین کیا جائے اور وہ ایک اعلیٰ علمی اور تحقیقی کمیٹی کے تحت رہتے ہوئے کام کرے۔ قاضی کے حکم کے تحت ڈی این اے ٹیسٹ دو مختلف لیبارٹریز سے کروانا ضروری ہے اور ایک لیبارٹری کو دوسری لیبارٹری کے نتائج کے بارے میں کوئی آگہی نہ ہو ورنہ اس کے نتائج مشکوک ہو سکتے ہیں۔ (واضح رہے کہ پاکستان میں صرف ایک فورنزک لیبارٹری اس وقت کام کر رہی ہے اور اسی پر تمام کیسز کا انحصار ہے) لیبارٹری کے عملے کو کیس کے بارے میں زیادہ معلومات نہ ہوں تاکہ ان کی معروضیت متاثر نہ ہو۔ جنایات میں البصمة الوراثية کا تعلق صرف اور صرف افراد کے بائیولوجیکل فضلات یا علامات کے ذریعے سے افراد کی شناخت ہے اور اس کے لیے لیبارٹری کو محض سیمپل فراہم کر دینا کافی ہیں انہیں کیس کی معلومات فراہم کرنا ضروری نہیں ہے۔ لیبارٹری کے عملہ کا مجنی اور مجنی علیہ کے ساتھ ان کا کسی قسم کا رشتہ نہ ہو تاکہ البصمة الوراثية کے نتائج متاثر نہ ہوں۔

عدالتی دلائل میں البصمة الوراثية کی حیثیت:

اسلام کے رسمی عدالتی نظام میں باختلافِ ترتیب اور قبولیت ادلہ میں اقرار، شہادت، یمین، قاضی کا ذاتی علم سے فیصلہ کرنا، قرینہ قاطعہ سے فیصلہ کرنا، ایک قاضی کا دوسرے سے رابطہ کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرنا، قیافہ، قرعہ اندازی، فراست، اہل معرفت کا قول، استصحاب اور عرف و عادت شامل ہیں۔ ان میں سے اقرار اور شہادت کو سب میں بشمول البصمة الوراثية برتری حاصل ہے۔ البصمة الوراثية کو یمین، قاضی کے ذاتی علم، دوسرے قاضی کے فیصلہ، قیافہ، قرعہ اندازی اور فراست پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ ان سب میں ظنیت کا پہلو البصمة الوراثية کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ البصمة الوراثية کو باعتبار کیس کی نوعیت کے کہیں قرینہ قاطعہ تصور کیا جا سکتا ہے، کہیں اہلِ معرفت کا قول تصور کیا جا سکتا ہے۔ البصمة الوراثية کے مقابلے میں اگر اقرار اور شہادت آ جائیں تو انہیں کا پلڑا بھاری ہوگا اور باقی ادلہ کے مقابلے میں البصمة الوراثية کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ چنانچہ المنظمہ نے اس بارے میں اپنا فیصلہ یہی دیا ہے کہ

> لا يصح جعل البصمة الوراثية كحقيقة علمية فى منزلة القيافة التى تقوم على الفراسة والتخمين ، فهذا قياس ضعيف ، والمشكلة تكمن فى عدم القناعة بحجية البصمة الوراثية فى إثبات النسب۔ (۳۳)

البصمة الوراثية (DNA Test) کو علمی حقیقت کی مانند قیافہ کی جگہ پر رکھنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس (قیافہ) کا انحصار فراست اور اندازے پر ہے اور یہ ضعیف قسم کا قیاس ہے، اثبات نسب میں البصمة الوراثية (DNA Test) کا عدم اطمینان کی مشکل صرف اس کا چھپا ہوا ہونا ہے۔

یہی نقطہ نظر محقق سعید بویزری (۳۴) اور ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی (۳۵) کا ہے کہ ''البصمۃ الوراثیۃ کو قرینہ تسلیم کیا جائے گا جس سے کئی میدانوں میں استفادہ کیا جاتا ہے''۔

کفار ماہرین سے مشاورت کی حیثیت:

جنایات کے فیصلہ کے دوران بعض اوقات ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ ماہرین کی رائے طلب کرنا ناگزیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ماہرین میں غیر مسلم بھی شامل ہوتے ہیں، بالخصوص تکنیکی امور میں فی زمانہ یورپی اقوام مسلم اقوام سے آگے ہیں۔ اسلامی قانون بوقتِ ضرورت غیر مذہبی امور میں غیر مسلم ماہرین سے مشاورت طلب کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کی اہانت کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو اور مسلمانوں کے راز غیر مسلم ماہرین کے سامنے آشکار نہ کیے جائیں۔ اسی وجہ سے المنظمۃ کی بہت سی ندوات میں یورپ سے غیر مسلم ماہرین بھی شریک رہے تاکہ ان کی مشاورت بھی شاملِ حال ہو اور درست نتیجہ تک پہنچنا ممکن ہو جائے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر کا فیصلہ اس بارے میں یہ ہے۔

> قال ابن عبد البر فی الاستیعاب: فدل ذلك علی أنه جائز أن یشاور أهل الکفر فی الطب إذا کانوا من أهله۔(٣٦)
>
> اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں کہا ہے، پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ جائز ہے کہ اہلِ کفر سے طب میں مشاورت کی جائے اگر وہ اس کے اہل ہوں۔
>
> روی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم أمر سعد بن أبی وقاص أن یأتیه ویستوصفه فی مرض نزل به، فدل ذلك علی أنه جائز أن یشاور أهل الکفر فی الطب إذا کانوا من أهله، [والله أعلم](٣٧)
>
> رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ وہ اس (کافر طبیب) کے پاس جائیں اور جو مرض انہیں لاحق ہوا ہے اس کے بارے میں ان سے مشورہ مانگیں، اور یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ کفر سے طبی معاملات میں اگر وہ اس کے اہل بھی ہوں مشاورت کی جائے۔ (اور اللہ بہتر جاننے والا ہے)

جرائم کی اقسام:

اسلامی شریعت میں جرائم کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے جرم کے سلسلے میں البصمۃ الوراثیۃ کی نوعیتِ اثبات و نفی مختلف ہو جاتی ہے۔

1. جرائم حدود
2. جرائم قصاص و دیت
3. جرائم تعزیری

جرائم حدود:

یہ جرائم ایسے ہیں جن پر عقوبات کو اللہ تعالیٰ نے حدود اللہ قرار دیا ہے جیسا کہ حدِ زنا، حد شربِ خمر وغیرہ، ان کے اثبات کے لیے مخصوص شرعی ادلہ ہیں ان کے بغیر یہ ثابت نہیں ہوتے اور جب یہ ثابت ہو جائیں تو کسی قاضی، حاکم، مسلمان عوام کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کا نافذ کرنا ضروری قرار پاتا ہے۔(۳۸) اس طرح کے جرائم کو البصمۃ الوراثیۃ سے ثابت کیا جا سکتا ہے لیکن اس جگہ یہ ان شرعی شہادتوں کا قائم مقام نہیں بن سکتا جن پر ان حدود کا قیام موقوف ہے۔ اس لیے البصمۃ الوراثیۃ کے ذریعے سے حدود کا نفاذ نہ کیا جائے گا بلکہ ان جرائم کو حدود سے نازل کر کے تعزیرات میں شامل کیا جا سکتا ہے اور کوئی بھی تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ زنا کے فعل کو دیکھنے والے عینی شاہدین موجود نہ ہوں، لیکن ڈی این اے ٹیسٹ زنا کو ثابت کرتا ہو تو حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ کوئی مناسب تعزیری سزا دی جائے گی (۳۹) اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تعزیری سزا بلحاظِ قوتِ دلیل کے حد کے قریب قریب یا اس کے برابر ہی کیوں نہ ہو جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک غیر شادی شدہ حاملہ خاتون پر حد جاری کی تھی، حالانکہ وہاں کوئی حد والی شہادتیں موجود نہ تھیں اور انہوں نے جو حد جاری کی وہ دراصل فقہی حد نہ تھی بلکہ تعزیری حد تھی۔ فقہی قاعدہ ہے **اَلْحُدُوْدِ تُدْرَأُ بِالشُّبُهَاتِ**،(۴۰) حدود شبہات سے ختم ہو جاتی ہیں۔

جرائم قصاص و دیت:

قصاص و دیت سے متعلق جرائم کا تعلق حقوق العباد سے ہے اس لیے بندوں کے معاف کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ چونکہ ان جرائم کا تعلق براہِ راست بندوں سے ہے اس لیے ان جرائم کی تحقیق و تفشیش کے لیے مادی قرائن و شواہد جیسے البصمۃ الاصابع، البصمۃ الوراثیۃ وغیرہ کو استعمال کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کے جان و مال اور عزت کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے لیکن اس سے جرم کو ثابت نہیں کیا جاتا بلکہ ثابت دیگر قرائن شرعیہ سے ہی کیا جاتا ہے۔ اگر محض یہی قرائن موجود ہوں اور دیگر شرعی شہادتیں موجود نہ ہوں تو حدود کا نفاذ نہ کیا جائے گا بلکہ اس کی بجائے تعزیری سزا دی جائے گی۔ حدود و قصاص کے جرائم میں فرق علامہ ابن عابدین نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔(۴۱)

تعزیری جرائم:

وہ تمام جرائم جن کا ذکر ان کی سزا اصراحتاً قرآن وسنت میں مذکور نہیں ان سب کو حاکمِ وقت اور قاضی کی

صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور انہیں تعزیرات میں شامل کیا جاتا ہے۔ تمام تعزیری جرائم میں مادی وسائل جیسے البصمة الوراثية وغیرہ بطورِ دلیل استعمال ہوتے ہیں اور ان کے مطابق تعزیری سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ جرم کے نوعیت کے مطابق فقہاء نے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ تعزیری سزا طے کر دی ہے اور بالعموم اس کا تعین زمانہ کے حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔

هُوَ عُقُوبَةٌ غَيرُ مُقَدَّرَةٍ شَرعًا، تَجِبُ حَقًّا لِلَّهِ، أَوْ لِآدَمِيٍّ، فِي كُل مَعْصِيَةٍ لَيسَ فِيهَا حَدٌّ وَلَا كَفَّارَةَ غَالِبًا.(٤٢)

وہ شرعاً غیر طے شدہ مقدار کی سزا ہے، جو کہ اللہ کے حق یا آدمی کے حق کو واجب کرتی ہے۔ ہر گناہ میں جس میں حد یا کفارہ نہیں ہوتا اس میں غالباً تعزیر ہوتی ہے۔

جرائم کی اقسام کو جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام اقسام میں البصمۃ الوراثیۃ کو بطورِ دلیل استعمال کیا جاتا ہے وہ الگ بات ہے کہ ہر جرم کی نوعیت کے اعتبار سے اس کے ذریعے سے اثباتِ جرم کی نوعیت اور سزا میں فرق آ جاتا ہے۔ ان تمام جرائم میں دیگر شرعی ادلہ کے ساتھ ملا کر البصمۃ کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

جنائیات میں البصمة الوراثية کے استعمال سے متعلق مجامع فقہیہ کے فیصلوں کا تقابلی جائزہ:

مجامع فقہیہ میں سے المنظمة الاسلامية للعلوم الطبية ، الکویت اپنی گیارھویں کانفرنس (جو کہ 23 جمادی الاخر 1419 ہجری، موافق 13 اکتوبر 1992 منعقد ہوئی) میں اس موضوع کو زیرِ بحث لایا، جس کے بعد اس موضوع پر مزید بحث کرنے کے لیے ایک حلقة النقاشیه بھی قائم کیا گیا جس نے زیادہ تر تجاویز ڈی این اے ٹیسٹ کی درستگی کا اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے بارے میں دیں، نیز ان تجاویز میں قیافہ سے اعلیٰ مقام و مرتبہ اس کو دیا گیا ہے۔(۴۳) یہ بھی حقیقت ہے کہ جب تک درستگی کا اعلیٰ معیار حاصل نہ کیا جائے اس وقت تک کوئی عدالت اطمینانِ قلب کے ساتھ صحیح فیصلہ نہیں صادر کر سکتی۔

المنظمہ نے اس بارے میں مندرجہ ذیل فیصلہ دیا:

البصمة الوراثية تثبت بيقين هوية صاحب الأثر على جسم الجريمة أو ما حولها ولكنها مع ذلك تظل ظنية فى تعدد أصحاب البصمات لى الشيء الواحد، أو تصادف وجود صاحب البصمة قدرا فى مكان الجريمة بعد وقوعها أو غير ذلك من أوجه الظن . (٤٤)

اگر جریمہ کے جسم پر یا ماحول میں ایک ہی شخص کے البصمۃ الوراثیۃ کے آثار ہوں تو یہ امر یقینی ہوگا لیکن اگر ایک ہی چیز پر کئی لوگوں کے بصمات موجود ہوں تو اس میں ظن آ جائے گا یا پھر یہ متصور ہو

گا کہ صاحبِ بصمہ واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد جائے وقوعہ پر حادثاتی طور پر جا پہنچا ہوگا یا اس کے علاوہ دیگر ظنی امور ہوں گے۔

المنظمہ کا فیصلہ ظاہر کرتا ہے کہ البصمۃ الوراثیۃ شہادت کا قائم مقام بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ شہادت میں شہود اور وہ بھی ذوی العقول کا معتبر ہے۔

> العمل فی البصمة الوراثية عمل آلی،ومن هنا فلا يجوز قياسه على الشهادة، لأن الشهادة قول بشری، ولذلك أخضعت قواعد العمل بالبصمة الوراثية لقواعد المهنة بخصوص التعدد، وقد تشترط المهنة التعدد إلى ثلاثة أو أكثر، بخلاف الشهادة التی تتقيد باثنين، كما يشترط لها الذكورة فی أحوال، وأن تكون بلفظ أشهد عند الجمهور عدا المالكية، وهذا لا يصلح مع البصمة الوراثية .(٤٥)
>
> البصمة الوراثية کا عمل ایک مشینی عمل ہے، اس لیے اسے شہادت پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شہادت قولِ انسانی ہے اور اسی وجہ سے البصمة الوراثية کے ساتھ پیشہ وارانہ انداز میں مخصوص تعداد میں عمل کے قواعد متعین کیے گئے ہیں۔ پیشہ وارانہ شرط تین یا اس سے زائد کی ہے، بخلاف شہادۃ کے کہ اس میں دو کی قید ہے، اسی طرح احوال میں مذکر ہونے کی شرط ہے اور جمہور کے نزدیک سوائے مالکیہ کے لفظ اشھد کے ساتھ شہادۃ ہوتی ہے اور یہ چیزیں البصمۃ الوراثیۃ کے معاملے میں درست نہیں ہے۔

المنظمه کی قرارداد کے مطابق البصمة الوراثية ایک قرینہ قاطعہ بن سکتا ہے جبکہ اس کو دیگر حدود و قیود کا خیال کرتے ہوئے استعمال کیا جائے۔ اس کا مقام و مرتبہ قیافہ سے بہت اعلیٰ اور بلند تر ہے، اس کی موجودگی میں قیافہ کی طرف قطعاً نہیں جایا جائے گا۔ جنائیات میں جب البصمۃ الوراثیۃ کسی کو مجرم ثابت نہ کر پائے تو استصحابِ حال کے طور پر ملزم کو بری کر دیا جائے گا۔ ابھی تک البصمۃ الوراثیۃ اسلامی دنیا میں اس مقام تک نہیں پہنچا کہ اسے عرف و عادت قرار دیا جاسکے۔(۴۶)

المجمع الفقهی الاسلامی ،مکۃ المکرّمۃ کی قرارداد:

> مجمع فقهی الاسلامی مكة المكرمة نے اپنے سولہویں اجلاس میں، جو کہ 21 سے 26 شوال 1422ھ، بمطابق 5 تا 10 جنوری 2002ء منعقد ہوا، بھی کچھ سفارشات عائلی قوانین سے متعلق کیں اور کچھ البصمۃ الوراثیۃ کے درستگی کے معیار کو یقینی بنانے کے لیے کیں جو کہ زیادہ تر المنظمة

الاسلامیة للعلوم الطبیة سے مستعار تھیں۔البتہ جنائیات سے متعلق اس مجمع فقہی نے یہ سفارش کی کہ ''جرائم کی تفشیش میں جینیٹک علامتوں سے استفادہ کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے اور ایسے جرائم کے ثبوت میں اس کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے جن میں حد شرعی اور قصاص نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے ''ادرؤ الحدود بالشبہات''، (حدود کو شبہات کی بنیاد پر ساقط کردو)، اس سے سماج میں امن وامان اور انصاف پھیلے گا، مجرم اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا اور بے قصور کو بچایا جاسکے گا جو شرع کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے''۔(۴۷)۔(۴۸)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مجمع اس بھی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ حدود کا اجراء عینی شہادتوں کی گواہی پر ہے کیا جائے گا البتہ تعزیری سزائیں اس کے ساتھ ثابت ہونے کی وجہ سے دی جاسکتی ہیں۔

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کا موقف:

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے پندھرویں سیمینار میں جو کہ 10-14 صفر المظفر 1427ھ بمطابق 11-13 مارچ 2006ء منعقد ہوا میں ڈی این اے ٹیسٹ کے جنائیات میں استعمال سے متعلق مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی ہیں:

''جو جرائم موجبِ حد و قصاص ہیں ان کے ثبوت کے لیے منصوص طریقوں کی بجائے ڈی این اے ٹیسٹ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے جرائم کی تفشیش میں ڈی این اے ٹیسٹ سے مدد لی جاسکتی ہے اور قاضی ضرورت محسوس کرے تو اس پر مجبور بھی کرسکتا ہے۔''(۴۹)

المجمع الفقہ الاسلامی الدولی (جدہ) کی سفارشات:

مجمع الفقہ الاسلامی الدولی کی قرارداد نمبر 194 (20/9) کے مطابق جو کہ وھران، الجزائر میں 26 شوال سے 2 ذی الحجۃ 1433ھ مطابق 13-18 ستمبر 2012ء منعقد ہوئی، جس میں انہوں نے قرینہ کی انواع واضح کی ہیں کہ قرائن میں البصمة الوراثية، اس کی اقسام، تصاویر، ریکارڈ شدہ آوازیں، ای میل وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اصل اسے قرار دیا کہ اقرار، شہادۃ، یمین جیسے شرعی ادلہ سے فیصلہ کیا جائے اور اگر یہ چیزیں دستیاب نہ ہوں تو قرائنِ قطعیہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ قطعی قرائن کے ذریعے مالی حقوق کے اثبات، اور مختلف جرائم میں سوائے حدود و قصاص کے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ ان قرائن پر ایسے عقود کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے جن پر کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جو اسے باطل کردیتا ہے۔ حقوق کو ثابت کرنے کے لیے غیر قطعی قرائن کو استعمال کیا جاسکتا ہے جبکہ قاضی کو دیگر دلائل کی موجودگی میں اطمینان ہو جائے۔ (۵۰) المجمع الفقہی الاسلامی الدولی نے المنظمۃ الاسلامیۃ للعلوم الطبیۃ کے زیرِ

اہتمام کویت میں ہونے والی کانفرنس میں بھی بھرپور شرکت کی تھی جوہ کہ اکتوبر 1998ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس ندوہ میں جنائیات میں البصمة الوراثية کے جنائیات میں استعمال کے بارے میں بھی یہی واضح کیا کہ کے حدود شرعیہ کے مقدمات کے علاوہ اسے اس قرینہ کو استعمال کیا جائے گا۔(۵۱)

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ:

پاکستان کے حدود لاء کی دفعہ چھ اور دفعہ 17 کے تحت زنا بالجبر کی سزاء (سنگسار کرنا) اس وقت دی جاتی ہے جب یا تو ملزم خود اعترافِ جرم کر لے یا پھر اس کے اس گناہ یا جرم کی شہادت چار عینی گواہ دیں، اسلامی نظریاتی کونسل نے یہاں یہ رائے دی کہ زنا بالجبر کے مقدمات میں صرف ڈی این اے ٹیسٹ ہی کی بناء پر حد (یعنی سنگساری کی سزا) نافذ نہیں کی جا سکتی اسے صرف ضمنی شہادت کے طور پر قبول کیا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں ڈین این اے کو صرف مرکزی شہادت کو توثیق کے لیے استعمال کیا جا سکے گا(۵۲)۔

خلاصہ کلام:

جنایات میں جن ادلہ کی بنا پر (باختلافِ فقہاء) فیصلہ کیا جاتا ہے ان میں سے البصمة الوراثية کا تعلق اقرار، یمین، ذاتی علم، قاضی کا قاضی کو خط لکھنا اور اسے بطور گواہی استعمال کیا جانا، قرعہ اندازی، فراست، اور عرف و عادت سے براہِ راست نہیں ہے البتہ ان میں سے بعض کی معاونت میں اسے ضرور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور البصمة الوراثية ادلہ قضاء میں سے سب سے زیادہ مشابہت اور مناسبت مادی شہادت، قرینہ قاطعہ اور اہلِ معرفت کے قول پر فیصلہ دینے سے ہے جو کہ اس کو زیادہ بڑی حجت بنا دیتا ہے۔

لیکن اس کے ذریعے سے ثبوتِ جرم یا نفی اتہام کو ثابت کرنے میں دیگر عوامل کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اس میں ہونے والی اغلاط کا بھی خیال رکھا جانا بہت ضروری ہے تا کہ محض شبہ کی بنا پر کسی کو موردِ الزام ٹھہرا کر اسے سزا نہ دی جائے بلکہ اسے جرم کی تفشیش کی طرف ایک اشارہ اور ثبوت تصور کیا جائے جس سے تفشیش کا عمل آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ البتہ بعض ایسے جرائم ہیں جہاں پر یہ بہت قوی شہادت بن جاتی ہے جیسے زنا بالجبر کے جرائم کی تفشیش میں مہبل سے حاصل کردہ مادہ منویہ کے ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے سے مجرم کی شناخت کی جا سکتی ہے اور اسے اس بنا پر تعزیری سزا دی جا سکتی ہے البتہ حد شرعی گواہیوں کے بغیر نہیں لگائی جا سکتی۔ تمام مجامع فقہیہ کی آراء بھی اس پر دال ہیں کہ حدودِ شرعیہ کے علاوہ ہر قسم کے مقدمات میں اسے بطورِ قرینہ قاطعہ پیش کیا جا سکتا ہے جبکہ دیگر شواہد بھی اس کی تائید کر رہے ہوں اور قاضی کو اطمینانِ قلب حاصل ہو۔ بالفاظِ دیگر حدود و قصاص سے متعلق جرائم میں البصمة الوراثية کو بنیادی شہادت کے طور پر نہیں بلکہ معاون شہادت کے طور پر لیا جائے گا اور اس کی وجہ سے ثابت ہونے

والے جرم پر اگر دیگر شرعی شہادتیں دستیاب نہ ہوں تو تعزیری سزا پر ہی اکتفاء کیا جائے، سبھی مجامع فقہیہ کا اس پر اتفاق اس مسئلہ کو ایک قسم کا اجماعی مسئلہ بنا دیتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) John Dempsey, Linda Forst , An Introduction to Policing, Cengage Learning., 2010, p469

(2) Diana M. Concannon, Kidnapping: An Investigator's Guide, Newnes Ltd. London. 2nd Edition, 2013, p150.

(3) William Goodwin, Adrian Linacre, Sibte Hadi, , An Introduction to Forensic Genetics, John Wiley & Sons, 2007, p 12

(۴) رينهارت بيتر آن دُوزِي (المتوفى: 1300هـ)، تكملة المعاجم العربية، وزارة الثقافة والإعلام، الجمهورية العراقية، الأولى، من 1979 – 2000 م، 361/1

(۵) د أحمد مختار عبد الحميد عمر (المتوفى: 1424هـ)، معجم اللغة العربية المعاصرة، الأولى، 1429 هـ – 2008 م، 214/1

(6) http://www.merriam-webster.com/ ((DNA Fingerprinting))19-12-2014)

(7) http://www.merriam-webster.com/ (Topic: DNA Fingerprinting(19-12-2014)

(8) http://www.encyclopedia.com/topic/DNA_fingerprinting.aspx (19-12-2014)

(۹) البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله، صحيح البخاري، محقق محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة (ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، طبع الأولى، 1422هـ، 53/7 رقم الحديث 5305
أبو عوانة ،يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم الإسفراييني (المتوفى: 316هـ)، مستخرج أبي عوانة، دار المعرفة – بيروت، الأولى، 1419هـ– 1998م.،216/3، رقم الحديث 4725

(۱۰) النسائي ،أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، (المتوفى: 303هـ)، المجتبى من السنن تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، الثانية، 1406 – 1986، 179/6 رقم الحديث 3460

(11) Nora Kearney& Alison Richardson, Nursing Patients with Cancer:

Principles and Practice, Elsevier Corporation 2006, Ch 05, Genetic Basis of Cancer, PP 74.

(12) Peter S. Harper, Landmarks in Medical Genetics: Classic Papers with Commentaries, Oxford University Press, 2004, Part4 Human Gene Mapping, P 144

(13) Chris R. Calladine, Horace Drew, Understanding DNA: The Molecule and How it Work, Academic Press, 3rd Edition 2004, P105.

(14) Rajesh Bardale, Principles of Forensic Medicine and Toxicology, JP Medical Ltd. New Delhi, India, Edition1, 2011, P116

(15) James Norman Spuhler, Genetic diversity and human behavior, Transaction Publishers, 2009, P54

(۱۶) محمد أنيس الأروادی، البصمة الوراثية، دار الفتوى فی الجمهورية اللبنانية ، جامعة بيروت الإسلامية، ص4

(17) Edited by U S Congress , Congressional Record, V. 149, PT. 1, January 7, 2003 to January 17, 2003. Proceedings and debates of 108th congress, session 1 , p 499

(18) http://www.eajaz.org/index.p hp/component/ content/article/ 67-Issue-No/553-Islami c-vision-of-some-contemporary-medical-problems (18-12-2014)

(۱۹) المنظمۃ کے کئی اجلاسوں میں البصمۃ الوراثیۃ (Test DNA) کے بارے میں ابحاث ہیں، جن میں اہم گیارھویں ندوہ تھی جو کویت میں 23 جمادی الاخر 1419ھ کو بمطابق 13 اکتوبر 1992 منعقد ہوئی تھی۔ دوسرا اجلاس کویت میں 28، 29 محرم 1421ھ کو بمطابق 3، 4 مئی 2000ء منعقد ہوا تھا۔

(20) Rajesh Bardale, Principles of Forensic Medicine and Toxicology, JP Medical Ltd.2011, p116.

(21). http://www.bbc.co.uk/urdu/science/2013 /02/130210_twins_dna_sex_crime_tim.shtml (17-12-2014)

(22) (17-12-2014)

(23) http://www.islamset.net/arabic/abioethics/basma/basma1.html (02-01-2014)

(۲۴) صحيح البخاری، 19/4 كتاب الجهاد والسير، رقم الحديث 2805

(۲۵) صحيح البخاری 132/4، كتاب احاديث الانبياء، رقم الحديث 3328

(۲۶) صحیح مسلم، 1080/2 ، باب الولد للفراش، رقم الحدیث 1457

(۲۷) النور: 6

(۲۸) النور: 9

(۲۹) صحیح البخاری 100/6 ، باب و یدرأ عنها العذاب، رقم الحدیث 4747

(۳۰) صحیح بخاری، 189\4 ، باب صفة النبیﷺ، رقم الحدیث 3555

(۳۱) لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء فی الخلافة العثمانية، مجلة الأحكام العدلية، محقق نجيب هواوينی، نور محمد، كارخانه تجارتِ كتب، آرام باغ، كراتشی، 17/1

(32). http://www.mintpressnews.com/p eople-spent-decades- jail-crimes -didnt-commit/190555/ (18-12-2014)

(۳۳) ملخص حلقة النقاشية 18-12-2014.

(۳۴) سعيد بويزری ، نظرات فی قرارات المؤتمرات والمجامع الفقهية المتعلقة بالقضايا الطبية، جامع مولود معمری، تيزی وزو، كلية الحقوق، ص 12۔

(۳۵) وهبة الزحيلی، قضايا الفقه والفكر ، ط1، دار الفكر، دمشق، 1427ھ /2006م، ص 428 و ما بعدها۔

(۳۶) الكتانی ، محمد عَبْد الحَیّ بن عبد الكبير ابن محمد الحسنی الإدريسی، (المتوفى: 1382ھـ)، التراتيب الإدارية والعمالات والصناعات والمتاجر والحالة العلمية التی كانت علی عهد تأسيس المدنية الإسلامية فی المدينة المنورة العلمية، عبد الله الخالدی دار الأرقم – بيروت، الثانية، 352/1

(۳۷) ابن عبدالبر، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفى: 463ھـ)، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، دار الجيل، بيروت، الأولى، 1412 ھـ – 1992 م، 283/1

(۳۸) الموسوعة الفقهية الكويتية، 245/4

(۳۹) شيما عطاء اللّٰه، دكتور، دور البصمـــة الوراثية فی الإثبات، 2008، من موقع:
http://www.shaimaaatalla.com/vb/showthread.php?t=14012 (18-12-2014)

(۴۰) رد المحتار علی الدر المختار، 549/6

(۴۱) رد المحتار علی الدر المختار 549/6

(۴۲) الموسوعة الفقهية الكويتية، 254/12

(۴۳) سعید بویزری ، نظرات فی قرارات المؤتمرات والمجامع الفقهية المتعلقة بالقضايا الطبية، جامع مولود معمری، تیزی وزو، کلية الحقوق، ص 12۔

(44) http://islamset.net/arabic/abioethics/basma/basma1.html (24-10-2013; 08:250 PM)

(45) http://islamset.net/arabic/abioethics/basma/basma1.html (02-10-2013; 01:250 AM)

(46) http://islamset.net/arabic/abioethics/basma/basma1.html (Summarized)(24-10-2013; 08:50 PM)

(۴۷) قرارات المجمع الفقهی الاسلامی بمكة المكرمة، السدوارات میں الاولیٰ الی السابعة عشرة، القرارات میں الاول الی الثانی بعد المأة، 1977–2004م) ص 343–345

(۴۸) رابطہ عالمِ اسلامی کے تحت قائم المجمع الفقہی الاسلامی مکۃ المکرّمۃ کے فقہی فیصلے، ترجمہ ڈاکٹر مفتی فہیم اختر ندوی، ایفا پبلی کیشنز، نئی دہلی، انڈیا، 2012،ص 413

(۴۹) اسلامی فقہ اکیڈمی، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ایفا پبلی کیشنز، نئی دہلی، انڈیا، 2013،ص 216۔

(50) http://drazman.net/2012/12/%D9%82%D8%B1%D8%A7%D8%B 1%D8 %A7%D8 %AA-%D9%88%D8%AA% D9%88%D8 %B5%D9%8A%D 8%A7%D8%AA-%D9%85%D8%AC%D9%85%D8%B9-%D8%A7%D 9%84%D9%81%D9%82%D9 %87-%D8%A7%D9%84%D8%A5%D8% B3%D9%84%D8%A7%D9 85%D9%8A-%D8%A7%D9%84/(19-12-2014)

(۵۱) مجلة المجمع الفقه الاسلامی، التابع المنظمة مؤتمر اسلامی، جدة، ص 1079تا 1084، جلد 11

(۵۲) روزنامہ ڈان، کراچی، (اردو)، ستمبر 2013,18

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆